لَیۡلَۃُ الۡقَدۡرِ کا انسان کی ساری زندگی سے تعلق ہے۔

لَیۡلَۃُ الۡقَدۡرِ کی قطعی نشانی یہ ہے کہ انسان میں پاک تبدیلی پیدا ہوئے۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۷ / مارچ ۱۹۹۲ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد وتعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور نے درج ذیل آیات تلاوت کیں:

حٰمٓ ۞ وَالۡكِتٰبِ الۡمُبِيۡنِ ۞ اِنَّاۤ اَنۡزَلۡنٰهُ فِىۡ لَيۡلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ اِنَّا كُنَّا
مُنۡذِرِيۡنَ ۞ فِيۡهَا يُفۡرَقُ كُلُّ اَمۡرٍ حَكِيۡمٍ ۞ اَمۡرًا مِّنۡ عِنۡدِنَا ؕ اِنَّا كُنَّا
مُرۡسِلِيۡنَ ۞ رَحۡمَةً مِّنۡ رَّبِّكَ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيۡعُ الۡعَلِيۡمُ ۞ (الدخان: ۲-۷)

پھر فرمایا:۔

رمضان ایک دفعہ پھر اپنے اس عشرے میں داخل ہو گیا ہے جس میں رمضان کی راتیں نسبتاً زیادہ بھیگ جاتی ہیں اور دن بھی بھیگ جاتے ہیں۔ یہ وہ عشرہ ہے جو دعاؤں کی قبولیت کا عشرہ ہے اگرچہ ہر دن انسان پر دعا کی قبولیت کا دن بن کر چڑھ سکتا ہے اگر اسے سچی توبہ اور استغفار کی توفیق ملے لیکن یہ وہ دن ہیں جو خصوصیت کے ساتھ قبولیت دعا کے دن کہلاتے ہیں اور یہ وہ راتیں ہیں جو خصوصیت کے ساتھ قبولیت دعا کی راتیں کہلاتی ہیں کیونکہ حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ نے ہمیں یہی خبر دی ہے کہ ان راتوں میں گویا خدا اپنے بندوں کے زیادہ قریب آجاتا ہے۔ ان راتوں کے ساتھ کچھ خاص تقدیریں وابستہ ہیں اور ان تقدیروں کو اَلۡقَدۡرِ کے طور پر قرآن کریم نے بیان

فرمایا ہے۔ اَلْقَدْرِ سے مراد سارا نظامِ تقدیر بھی ہے اور اس کے اور بھی بہت سے معنی ہیں جن سے متعلق میں مزید کچھ گفتگو کروں گا۔ مگر یہ وہ راتیں ہیں جن میں انسان کی تقدیر بنائی جاتی ہے اور انسان اس تقدیر کے بننے کی راہ میں روک بھی بن جاتا ہے اور خود اپنے مقدر کو بگاڑ بھی لیتا ہے اور خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ فیصلہ ہوتا ہے کہ کس کا مقدر بنا ہے اور کس کا بگڑا ہے۔ ان معنوں میں بھی لیلۃ القدر کا تعلق ساری انسانی زندگی کے ماحصل سے ہے اور انہی معنوں میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ خَیْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ کہ ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ ہزار مہینہ انسان کی اوسط زندگی کو ظاہر کرتا ہے اور قدر کی ایک رات جس میں انسان کی تقدیر بن جائے وہ اس کی ساری زندگی سے بہتر ہے کیونکہ اس کی ساری زندگی کی غفلتیں، اس کے گناہ اس رات دھوئے جاسکتے ہیں اور اگر یہ رات اسے نصیب نہ ہو تو ساری زندگی باطل ٹھہرتی ہے۔

لیلۃ القدر جس کی تلاش کا حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ نے آخری عشرے میں طاق راتوں میں حکم دیا ہے اس کا ایک تعلق تو فرد کے ساتھ ہے اور ایک معین رات کے ساتھ ہے یعنی ایسی رات آتی ہے جس میں قبولیت کا ایک خاص لمحہ انسان کو عطا کیا جاتا ہے اور یہ رات ایک معین رات بن کر آتی ہے اور آخری عشرے میں اکیسویں، تیئسویں، پچیسویں، ستائیسویں یا انتیسویں رات لیلۃ القدر ہوسکتی ہے۔ فرمایا اس کو تلاش کرو جس کا مطلب یہ ہے کہ آخری عشرے میں غیر معمولی طور پر جدو جہد کرو اور اپنی کمریں کس لو جیسا حضرت محمد ﷺ کے متعلق حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں کہ آخری عشرے میں اپنی کمر کس لیا کرتے تھے۔ (بخاری کتاب الصلوٰۃ التراویح حدیث نمبر ۱۸۸۴) پہلے بھی بہت عبادت کرنے والے تھے مگر عبادت کا جوش آخری عشرے میں ظاہر ہوتا تھا اس کی کوئی مثال نہیں، اس کو بیان نہیں کیا جاسکتا۔ اور تلاش کرو کہ تمہیں بھی نصیب ہو جائے جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ رات ہے تو معین لیکن ہر شخص کے مقدر میں نہیں ہے اور قدر کے ایک معنی یہ بھی اس رات پر صادق آتے ہیں کہ یہ رات خود بخود ہاتھ بڑھا کر ہر ایک کو نصیب نہیں ہوسکتی بلکہ یہ رات خود فیصلہ کرے گی کہ میں نے کس کا مقدر بننا اور کس کا مقدر نہیں بننا۔ پس ان معنوں میں افراد کے ساتھ بھی اس کا تعلق ہے۔ ایک معین رات آتی ہے، معین اشخاص کو نصیب ہوتی ہے اور بہت سے ہیں جو بدنصیبی میں محروم رہ جاتے ہیں۔

اس کی پہچان میں نور کی تلاش کی بہت باتیں کی جاتی ہیں اور یہ بیان کیا جاتا ہے کہ روشنی

نازل ہو، آسمان میں بادل ہوں، چھینٹے پڑیں اور خاص قسم کی روشنی کا آپ مشاہدہ کریں لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ مغفرت کی رات ہے، بخشش کی رات ہے اور پاک تبدیلی کی رات ہے، یہ نور ہے جس کو تلاش کرنا چاہئے اور یہ نور ظاہری طور پر بھی متمثل ہوسکتا ہے اس سے انکار نہیں لیکن یہ دل میں ایک شعلے کے طور پر گرتا ہے اور جس کے دل پر یہ نور نازل ہو وہ جان لیتا ہے کہ آئندہ اس کی زندگی ایک تبدیل شدہ زندگی ہے، اس پر ایک انقلاب آ چکا ہے پہلی زندگی نہیں رہی اور پہلی زندگی جس کے مقابل پر ایک رات دکھائی دیتی ہے جس کے آخر پر وہ توبہ اور قبولیت کی فجر نمودار ہوتی ہے جس کے متعلق فرمایا گیا کہ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ کہ مَطْلَعِ الْفَجْرِ تک یہ رات جاری رہے گی یعنی قدر کا آخری مقام مَطْلَعِ الْفَجْرِ ہے اور یہ مَطْلَعِ الْفَجْرِ جس کو نصیب ہو جائے گویا اس کو قدر کی رات مل گئی اگر مطلع فجر نہ ہوا تو اندھیرا تو اس کے مقدر میں رہا لیکن قدر کی رات نصیب نہ ہوئی۔

لیل اور لیلۃ میں ایک فرق ہے جو مرزوقی نے خصوصیت سے بیان کیا ورنہ بہت سے اہل لغت یہ کہتے تھے یا کہتے رہے ہیں اب بھی کہتے ہوں گے کہ لیل اور لیلۃ ایک ہی چیز کے دو نام ہیں لیکن مرزوقی نے بہت ہی حکمت کی بات ہے۔ مرزوقی نے کہا کہ لیل اور لیلۃ مشترک معنی بھی رکھتے ہیں۔ دن کے مقابل پر رات، نہار کے مقابل پر لیل یہ ممکن ہے کہ اسی طرح ہم وزن اور ہم معنی ہوں جیسے یوم کے مقابل میں لیلہ کہا جاتا ہے۔ لیکن مرزوقی نے کہا کہ حقیقت میں جس طرح لیل اور نہار کا جوڑ ہے اسی طرح یوم اور لیلہ کا جوڑ ہے اور ان دونوں کے اندر مشترک معنی پائے جاتے ہیں۔ نہار ایک عام دن کو کہتے ہیں، زمانے کو نہیں کہتے چنانچہ قرآن کریم میں آپ کو کہیں بھی نہار کا لفظ ایک وسیع زمانے پر اطلاق پاتا ہوا دکھائی نہیں دے گا لیکن یوم کا لفظ قرآن کریم میں ہمیشہ ایک معین دن سے بہت بڑھ کر ایک پھیلے ہوئے وسیع زمانے کو ظاہر کرنے کے لئے بیان فرمایا گیا چنانچہ چھ ایام میں زمین و آسمان کی پیدائش یہ ظاہر کرتا کہ بہت وسیع زمانے سے بھی یوم کا تعلق ہے۔ پھر قرآن کریم میں ایسے یوم کا ذکر فرمایا جو اس شمار کے مطابق جو ہم کرتے ہیں ایک ہزار سال کی مدت کے برابر ہے۔ پانچ ہزار سال کا دن بھی بتایا گیا اور پچاس ہزار سال کا یوم بھی بیان کیا گیا تو اگر مرزوقی کی بات درست ہے اور یقیناً درست ہے تو لیلہ میں بھی اسی طرح وسعت پائی جائے گی اور

وسیع زمانہ پایا جائے گا۔

آنحضرت ﷺ کے پیغام کا اور قرآن کریم کا کسی ایک معین رات سے جو نہار کے مقابل کی لیل ہو تعلق نہیں ہے بلکہ ایک ایسی وسیع رات سے تعلق ہے جس کے مقابل پر یوم آتا ہے اور جو وسیع زمانہ رکھتی ہے۔ افراد کو تو ایک رات کا ایک لمحہ نصیب ہو جائے تو ان کی زندگی بن جاتی ہے اور ان کی زندگی کا مقصد پورا ہو جاتا ہے مگر حضرت محمد ﷺ کی زندگی کا مقصد اس سے بہت زیادہ وسیع تھا اس لئے آپؐ کے اوپر لَيْلَةُ الْقَدْرِ کا مضمون اپنی پوری وسعت اور اپنی پوری شان کے ساتھ چسپاں ہوگا اور ہرگز اسے ایک عام انسان کے اوپر صادق آنے والے لَيْلَةُ الْقَدْرِ کے مضمون کے مساوی قرار نہیں دیا جاسکتا یا مشابہ بھی قرار نہیں دیا جا سکتا۔

یہ وہ معنی ہیں جن کی طرف حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام نے توجہ دلائی اور فرمایا کہ لیلہ سے مراد حضرت محمد ﷺ کی نسبت سے یہ بنتی ہے کہ سارا زمانہ معصیتوں اور دکھوں میں کلیۃً ڈوب چکا تھا۔ ایسی مصائب کی رات تھی، ایسی گناہوں کے غیر معمولی طور پر بڑھ کر چھا جانے کی رات تھی گویا ظلمت ہر جگہ مسلط ہو چکی تھی۔ ان اندھیروں میں محمد مصطفی ﷺ کا نور چمکا اور یہ اس رات کی فجر تھی یعنی حضرت محمد مصطفی ﷺ پر جو اللہ کا نور نازل ہوا ہے۔ یہ وہ نور ہے جس نے رات کی تقدیر بدلی اور حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ میں محمد مصطفی ﷺ کا طلوع مراد ہے اور اسی کی نسبت سے حضور اکرم ﷺ کو سورج بیان فرمایا گیا ہے جبکہ دیگر انبیاءؑ کو مختلف القابات ملے ہیں۔ سورج کا لفظ خصوصیت کے ساتھ حضرت محمد مصطفی ﷺ کے لئے مقدر فرمایا گیا۔ اور اس میں یعنی خدا کے اس فیصلے میں کہ محمد مصطفی ﷺ کو سورج بیان فرمایا گیا لَيْلَةُ الْقَدْرِ کے معنی اور فجر کے معنی مضمر ہیں۔ لیل کبھی نصف دنیا پر آتی ہے کبھی دوسری نصف دنیا پر آتی ہے اور سورج وہ ہے جو دونوں دنیاؤں کی قسمت بدل دیتا ہے، دونوں دنیاؤں کے اندھیروں کو باطل کر کے دن چڑھا دیتا ہے۔

حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ نے جو عالمی انقلاب برپا فرمانا تھا اس کا تعلق زمین کے کسی ایک خطہ سے نہیں تھا بلکہ تمام کائنات پر جو رات چھا جانی تھی اور چھا چکی تھی۔ چھا جانے کے معنوں پر میں مزید روشنی ڈالوں گا جو رات چھا چکی تھی اس کا ذکر کرتے ہوئے میں اس مضمون کو شروع کرتا ہوں۔ وہ ایسی رات تھی جس کے متعلق قرآن کریم فرماتا ہے کہ ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ (الروم: ۴۲) یعنی خشکی

اور تری سارے فساد سے بھر گئے تھے اس رات کو قدر کی رات کیوں قرار دیا گیا جو گنا ہوں اور ظلمات کے دنیا پر غیر معمولی طور پر چھا جانے اور اس کو مغلوب کرنے کی رات تھی اس لئے کہ قدر کی رات میں خدا نے آخر اس رات کی سن لی اور اس رات کو دن میں تبدیل کرنے والا سورج چڑھا دیا اور حضرت محمد مصطفی ﷺ کی فجر ظاہر ہوئی۔ ان معنوں میں آنحضور ﷺ فجر بن کر دنیائے معصیت پر طلوع ہوئے اور جس نے بھی آنحضور ﷺ کی روشنی کے حصول کے لئے اپنے کواڑ کھولے، اپنے روشندان کھول دیئے، اپنے دل کے دریچے کھول دیئے، اس نے آنحضور ﷺ کے نور کو پالیا اور اس کے تمام اندھیرے روشنیوں میں بدل گئے، جس نے اس نور کے سامنے آنے سے گریز کیا یا اس نور کی روشنی کے قبول کرنے میں اپنی ذات کے خلاف خساست سے کام لیا اور کنجوسی سے کام لیا کچھ کونوں پر پردے ڈال رکھے اور کچھ حصے اس نور کے لئے پیش کر دیئے اُن کی حالت ملی جلی سی حالت ہے۔ آنحضور ﷺ کے فیض سے کسی حد تک فیضیاب ہوئے اور کچھ اندھیرے کونے باقی رکھ دیئے۔ ان سے کیا سلوک ہوگا اس کے متعلق قرآن کریم سے پتا چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ چاہے تو ان کی مغفرت فرمادے، چاہے تو ان کو پکڑ لے ان کا معاملہ محفوظ معاملہ نہیں ہے اور ان کے لئے مقام خوف موجود ہے۔

پس اس مقام خوف کو دور کرنے کے لئے یہ رات آتی ہے جو انفرادی پیغام بن کر آتی ہے۔ امتِ محمدیہ ﷺ میں بھاری تعداد ایسے انسانوں کی ہے جو مقامِ خوف پر موجود ہیں۔ آنحضرت ﷺ کے نور کی پوری طرح قدر نہیں کر سکے، ان کی زندگی کے بہت سے گوشے اندھیرے ہیں، اُن کے بہت سے اخلاق تاریک اخلاق ہیں اور وہ اِن اخلاق کے ذریعہ آنحضرت ﷺ کے نور کو منعکس نہیں کرتے بلکہ اپنی ذات کی تاریکیوں کو اخلاق کی شکل میں دنیا پر ظاہر کر رہے ہوتے ہیں۔ پس یہ ایک قسم کا ایک مجموعہ تضاد بن جاتا ہے۔ کچھ نور ہے جو حضور اکرم ﷺ کی نمائندگی میں ظاہر ہو رہا ہے اور کچھ اندھیرے ہیں جو اپنی ذات سے پھوٹ رہے ہیں۔ اس کیفیت میں مسلمانوں کی بھاری اکثریت مبتلا ہے۔ ان کے لئے صبح کیسے نازل ہوگی، ان کے اندھیرے کس طرح روشنیوں میں تبدیل کئے جائیں گے۔ اس کے جواب کے طور پر ہمیں خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ لیلۃ القدر ایک نعمت عطا ہوئی ہے اور یہ فرمایا گیا ہے کہ تم سارا سال جتنی کوشش کرتے ہو، ساری زندگی جتنی کوشش کرتے ہو اور تم ان کوششوں کے نتائج حاصل کرنے میں ناکام رہ جاتے ہو، تمہارے لئے مایوسی کی کوئی بات نہیں، جس

ذات کو میں نے دنیا کے اندھیروں کو روشنی میں تبدیل کرنے کے لئے بھیجا ہے اس ذات پر جس رات میں نے یا جن راتوں میں میں نے قرآن کریم کا نزول فرمایا یہ راتیں مجھے اتنی پیاری ہیں کہ اگر ان راتوں میں اُٹھ کر میرا کوئی بندہ مجھ سے کامل خلوص کے ساتھ بخشش طلب کرے گا اور اپنے پرانے گناہوں سے تائب ہوتے ہوئے میرے غفران کی چادر میں لپٹنے کے لئے بے چین ہو جائے گا تو میں اس سے وعدہ کرتا ہوں یہ رات اس کی زندگی کی تمام راتوں اور تمام دنوں سے بہتر ہوگی اور وہ اپنی زندگی کے مقصود اور مطلوب کو پا جائے گا۔

پس آنحضرت ﷺ کی زندگی کا مقصود اور مطلوب دونوں دنیاؤں کو روشن کرنا اور ہر زمانے کے لئے روشن کرنا اور ہر زمانے کے لئے روشن کرتے چلے جانا تھا اور افراد کے لئے پیغام یہ تھا کہ وہ ایسی رات کو تلاش کریں جس سے ان کی ساری زندگی روشن ہوتی چلی جائے۔ چنانچہ لَیۡلَۃُ الۡقَدۡرِ کا دور یعنی اس آخری عشرے کا دور ہمارے لئے وہ مبارک رات لے کر آتی ہے۔ لیکن افسوس ہے کہ ہم اکثر خاص راتوں میں سے گزرنے کے اس عشرے کی خاص راتوں میں سے لَیۡلَۃُ الۡقَدۡرِ کو تلاش کرتے ہوئے گزرنے کے باوجود پھر واپس اپنی تاریک راتوں میں لوٹ جاتے ہیں۔ وہ تاریک راتیں جو ہمارے اپنے گناہوں اور اپنی کمزوریوں کی راتیں ہیں جن کو لیلۃ القدر نہیں کہا گیا جو صرف راتیں ہی ہیں کیونکہ ان کے ساتھ قدر کی کوئی خوشخبری نہیں دی گئی۔

پس یہی وہ راتیں ہیں جو قدر کی راتیں ہیں جن میں خدا تعالیٰ کی تقدیر خیر بھی ظاہر ہوتی ہے اور تقدیر شر بھی۔ تقدیر شر ان بدنصیبوں کے لئے جو ان راتوں سے فائدے اٹھائے بغیر ان سے گزر جاتے ہیں اور تقدیر خیر ان کے لئے جو اُن راتوں میں سے کوئی ایک ایسا لمحہ پا جاتے ہیں جس کی چمک دمک، جس کی لمس ان کی ساری زندگی کی تاریکیوں کو روشن کر دیتی ہے۔ پس یہ وہ خاص مبارک راتیں ہیں جن میں ہم داخل ہو چکے ہیں اور جماعت احمدیہ کو ان کی طرف خصوصیت سے توجہ کرنی چاہئے اور ہم میں سے ہر شخص کو انفرادی طور پر یہ کوشش کرنی چاہئے کہ ان راتوں سے گزر کر وہ ایک نیا انسان بن کر نکلے اور اس کی اپنی تاریک راتیں ہمیشہ کے لئے اُس سے منہ موڑ لیں اور حضرت محمد مصطفی ﷺ کا سورج ہمیشہ کے لئے اس پر روشن ہو اُس کے ہر تاریک گوشے کو روشنی میں تبدیل فرما دے۔

دوسرا معنی جو زمانے کے ساتھ تعلق رکھنے والا جو معنی ہے اس کی تکرار کی طرف قرآن کریم

میں اشارہ ہے۔اس لئے میں نے آج کی تلاوت کے لئے سورۃ قدر کو نہیں چنا بلکہ سورۃ دخان کی ان آیات کو چنا ہے جن میں لیلۃ القدر کے دوبارہ ظہور کا ذکر فرمایا گیا ہے۔اور یہ خوشخبری دی گئی ہے کہ آئندہ زمانے کے اندھیروں کو بھی حضرت محمد مصطفی ﷺ کی بعثت ثانیہ کے ذریعہ روشنی میں تبدیل فرمایا جائے گا اور یہ آنحضرت ﷺ کا ہی فیض ہوگا اور حضور اکرم ﷺ کا ہی نور ہوگا جو دوبارہ آخری زمانے میں چمکے گا۔

سورۃ دخان میں ان آیات کو رکھنے میں ایک بڑی حکمت ہے۔سورۃ دخان وہ سورۃ ہے جو اندھیروں سے تعلق رکھتی ہے۔جس کے متعلق فرمایا گیا کہ دھواں دنیا پر چھا جائے گا اور بڑا مہلک دھواں ہوگا۔مادی لحاظ سے بھی وہ مہلک دھواں ہوگا۔اس کی Radiation زندگی کو ہلاک کرنے والی ہوگی اور روحانی لحاظ سے بھی ایک ایسی تہذیب کا دھواں ہوگا جو ساری دنیا کو روحانی ہلاکتوں میں مبتلا کر دے گا۔جس پر اس دھوئیں کا سایہ آیا اس کے لئے روحانی موت کا پیغام بن کر آئے گا اور جس نے اُس کو قبول کیا اور اُس سے محفوظ نہ رہا اُس کی اُخروی زندگی گویا کہ ہمیشہ کے لئے تباہ و برباد ہوگئی۔

ایسے موقع پر کوئی خوشخبری بھی تو ہونی چاہئے تھی، کوئی بچنے کی راہ بھی تجویز ہونی چاہئے تھی۔ آنحضرت ﷺ نے دجّال سے ڈرایا اور سورۃ دخان کے مضمون کو دجال کے ساتھ باندھا اور ہمیں اس بات کی عقل عطا فرمائی کہ دجّال کا زمانہ سورۃ دخان میں بیان ہوا ہے اور اس کے بچنے کے لئے ہمیں بہت سی نصائح فرمائیں۔اُن نصائح میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ہم دجّال کے زمانے سے بچنے کے لئے سورۃ کہف کی پہلی دس آیات اور آخری دس آیات کی تلاوت کیا کریں کیونکہ ان میں دجّال کی دونوں حیثیتوں کی نشان دہی ہوتی ہے۔اس کے مذہب کی بھی کھلے کھلے لفظوں میں تعیین کی گئی ہے اور اس کی سائنسی ترقی کا بھی آخری آیات میں ذکر ہے۔ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا (الکہف:۱۰۵) کہہ کر فرمایا کہ وہ صنعت و حرفت میں اتنی حیرت انگیز ترقی کرے گا کہ وہ خود بڑے فخر سے یہ سمجھا کرے گا اور سوچا کرے گا کہ دیکھو میں کس شان کا خالق بن گیا ہوں۔کیسی کیسی عجیب اور عظیم صنعتیں پیدا کر رہا ہوں گویا وہ خدا کے مقابل پر خدائی کا دعویدار بھی بن بیٹھے گا۔ایسے موقع پر دجال کے دو فتنوں سے بچنے کی طرف اشارہ فرمایا گیا۔ایک فتنہ مذہب کا فتنہ ہے یعنی خدا کے ساتھ شریک ٹھہرا لینا اور عاجز بندہ کو واقعۃً خدا کا بیٹا قرار دے دینا اور دوسرا فتنہ ان کی تہذیب اور تمدن اور صنعتوں کے نتیجہ میں

پھیلنے والے شر کا فتنہ ہے۔

پس اس موقع پر ان سے بچنے کے لئے کیا ظہور پذیر ہوگا۔ فرمایا کہ گویا ایک اور لیلۃ القدر جو محمد مصطفی ﷺ کی لیلۃ القدر ہے آخری زمانہ میں بھی ظاہر ہوگی اور اُس زمانے کی بھی سنی جائے گی۔ اس مضمون کو قرآن کریم میں مختلف جگہ پر مختلف رنگ میں بیان کیا گیا ہے۔ چنانچہ ایک جگہ فرمایا:
وَالْعَصْرِ ۞ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ۞ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ (العصر: ۲-۴) یعنی زمانے کی قسم کہ سارا زمانہ گھاٹے میں چلا گیا ہے۔ ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ (الروم: ۴۲) کا نقشہ ہے لیکن ایک استثنٰی کے ساتھ۔ یہ اُس زمانے کی بات ہے جب محمد مصطفی ﷺ کے ماننے والے بھی موجود ہوں گے اور اُن کا استثنٰی فرمایا گیا اس لئے اگر آپ باریک نظر سے دیکھیں تو یہ دو مختلف زمانے کی باتیں ہیں۔ ایک وہ زمانہ ہے جس کے متعلق فرمایا کہ ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ اور وہ زمانہ ہے جبکہ اس فساد کو دور کرنے کے لئے ایک ہی سورج ظاہر ہوا ہے اور وہ محمد مصطفی ﷺ کا سورج ہے اور اُس کی شعاعوں اور اُس کی روشنی کے نتیجہ میں پھر نورانی وجود پیدا ہونے شروع ہوئے لیکن جب محمد مصطفی ﷺ ظاہر نہیں ہوئے جب تک آپ کی فجر طلوع نہیں ہوئی یہ رات مکمل رات تھی۔ مگر آخری زمانے کی جس رات کا ذکر سورۂ عصر میں فرمایا گیا اس میں مستثنٰی ساتھ ہی کر دیا اور اس میں ایک یہ بھی خوشخبری ہے کہ آنحضور ﷺ کے ماننے والوں پر قیامت تک کوئی ایک ایسا دور نہیں آئے گا جس میں کچھ مومن اور کچھ صالحین ایسے نہ ہوں جن کو خدا تعالیٰ ہلاک ہونے والوں سے مستثنٰی قرار نہ دے دے۔ لازماً قیامت تک محمد رسول اللہ ﷺ کا نور کسی نہ کسی شکل میں ضرور زمین پر جلوہ گر رہے گا اور ایک لمحہ بھی ایسا نہیں آسکتا خواہ سارا زمانہ تاریکیوں میں ڈوب جائے کہ وہ تاریکیاں اس نور کو بھی غرق کر دیں یہ ضرور چمکتا رہے گا اور امید کی کرنیں دنیا کو عطا کرتا رہے گا۔ پس وَالْعَصْرِ نے جس اندھیری رات کا ذکر فرمایا وہاں لَیْلَةُ الْقَدْرِ کے مضمون کو ایک اور رنگ میں بیان فرمایا ہے۔ فرمایا روشنی پوری طرح مٹی نہیں ہے ابھی موجود ہے۔ تم ٹٹولو اور دیکھو، اپنے دل کو ٹٹول کے دیکھو اگر تم مومن ہو اور خدا کے پاک رسول محمد مصطفی ﷺ سے وابستہ ہو تو تم میں سے ہر ایک کے اندر استثناء کے امکانات موجود ہیں اور وہ استثناء کامل اس طرح بنے گا کہ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ۔ ایسے لوگوں کو مستثنٰی کیا جائے گا جو صرف آنحضور

ﷺ پر ایمان ہی نہیں لاتے بلکہ عمل صالح سے اُس ایمان کی تصدیق کرتے ہیں اور پھر اکیلے نہیں رہتے بلکہ اجتماعی کوشش کرتے ہیں۔ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ۔ تو اُن کے ذریعہ رات کس طرح تبدیل کی جائے گی اور وہ کیسے تبدیل کی جاتی ہے اس مضمون کو بیان فرمایا۔ وہ ایسے بندے ہوں گے جو گھاٹے والے زمانہ سے مستثنیٰ ہوں گے لیکن استثناء صرف اُن کی ذات تک محدود نہیں رہے گا۔ وہ اسی بات پر راضی نہیں رہیں گے کہ ہمیں خدا تعالیٰ نے مستثنیٰ کر دیا اور ہم ہلاک ہونے والے نہیں بلکہ اُن کی صفات یہ بیان فرمائیں کہ محمد رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانے والے ہیں، نیک اعمال کرنے والے ہیں اور ان دونوں باتوں کو اپنی ذات تک محدود رکھنے والے نہیں بلکہ دعوت الی اللہ کرنے والے ہیں، اپنی خوبیوں کو زمانے میں پھیلانے والے اور اپنی نیکیوں کو دنیا میں بانٹنے والے ہیں اور اُن کا طریق کیا ہے؟ فرمایا وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ۔ نیک نصیحت اُن کے پیغام پہنچانے کا ذریعہ ہے۔ کوئی تلوار اُن کے ہاتھ میں نہیں، کوئی نیزے کی اَنی اُن کے پاس نہیں ہیں جس سے ڈرا کر اور سینوں کو چھید کر وہ دلوں میں ایمان داخل کریں۔ وہ نیک نصیحت کرنے والے لوگ ہیں اور نیک نصیحت ایسی جو حق کے ساتھ کرتے ہیں، حق بات کی کرتے ہیں اور حق پر قائم رہتے ہوئے نیک نصیحت کرتے ہیں اور پھر دنیا خواہ سنے یا نہ سنے مایوس نہیں ہوتے اور اپنی نصیحت پر قائم رہتے ہیں اور مستحکم رہتے ہیں، ان کے پائے ثبات پر لغزش نہیں آتی۔ وہ اس بات سے قطع نظر کہ کوئی کیسے ان کی نصیحت کا جواب دیتا ہے، نیک نصیحت کرتے ہیں اور کرتے چلے جاتے ہیں۔ چنانچہ فرمایا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ۔ وہ صبر کے ذریعہ نیک نصیحت کرتے ہیں، مسلسل کرتے چلے جاتے ہیں۔ کبھی نہیں تھکتے اور پھر دوسروں کو بھی صبر کی تلقین کرتے ہیں۔ جس کا مطلب ہے کہ وہ زمانہ بہت سے دکھوں میں مبتلا ہوگا اور اُن انسانوں کو صبر کی تلقین کرنا اُن کی اُمیدوں کو زندہ رکھنے کے لئے ضروری ہوگا۔ پس وہ خود بھی خدا کے صابر بندے ہیں، نیک نصیحت پر صبر کر کے بیٹھ رہتے ہیں، حق بات کی نصیحت کرتے ہیں اور وہ لوگ جو بے چین ہوتے ہیں کہ زمانے کا کیا بنے گا اور ان کو بھی صبر کی تلقین کرتے ہیں اور ان کو بتاتے ہیں کہ یہ وہ نور ہے جو ضائع ہونے کے لئے نہیں آیا ہے، یہ وہ نور ہے جس کی سرشت میں ناکامی نہیں لکھی گئی۔ یہ لازماً غالب آنے والا نور ہے کیونکہ یہ وہی نور ہے جس کے متعلق قرآن کریم نے پہلے بیان فرمایا ہے کہ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ کہ فجر تو لازماً طلوع ہوگی اور

محمد مصطفی ﷺ جن کے وجود سے یہ اندھیری رات ایک قدر کی رات میں تبدیل ہوئی ہے وہ بالآخر اس روشنی پر منتج ہو جائے گی جسے فجر کی روشنی کہا جاتا ہے جو سارے عالم کو ڈھانپ لیتی ہے اور یہ روشنی آدھے زمانے کے لئے نہیں رہے گی بلکہ یہ دن دوسری دنیا پر بھی چڑھے گا اور لازماً اس کے نور سے تمام دنیا استفادہ کرے گی۔ یہ وہ مضمون ہے جو قرآن کریم کی مختلف آیات کے اکٹھے مطالعہ سے بلاشبہ بڑے واضح طور پر روشن ہوتا ہے۔

یہ جو آیات میں نے تلاوت کی ہیں اور جن کا سورۃ دخان سے تعلق ہے ان کا آنحضرت ﷺ کی آخرین میں بعثت سے تعلق ہے جس کی خوشخبری سورہ جمعہ میں دی گئی تھی اور اسی لئے اس لَيْلَةُ الْقَدْرِ کے دوبارہ ذکر کو سورہ دخان کے ساتھ وابستہ فرمایا گیا کیونکہ اس سورۃ میں ایک بہت ہی خطرناک عالمی اندھیرے کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے حٰمٓ حمد اور مجد والا خدا ہے۔ وَالْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ اور اس کھلی کھلی کتاب کی قسم، اس کھلی کھلی کتاب کی گواہی ہے۔ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ کہ ہم نے اس قرآن کو جو صاحب حمد اور صاحب مجد خدا کی طرف سے نازل ہوا ہے ایک ایسے تاریک زمانہ میں اُتارا ہے جسے برکت دی گئی ہے۔ تاریک ہوتے ہوئے بھی وہ برکتوں کا زمانہ ہے کیونکہ تاریک راتوں میں جو روشنی پا جاتا ہے اُس سے بڑھ کر مبارک اور کوئی نہیں ہوسکتا۔ دن کے ظاہر ہونے پر جو روشنی پاتے ہیں وہ روشنی تو ہر کس و ناکس کو مل جاتی ہے مگر اصل برکتیں ان لوگوں کے مقدر میں ہوتی ہیں جو اندھیری راتوں میں روشنیاں پا جاتے ہیں تو فرمایا ایک ایسی لمبی طویل رات کا زمانہ آنے والا ہے جس کے متعلق ہم تمہیں پہلے سے ہی خوشخبری دیتے ہیں کہ اس رات کے تمام دکھوں کا علاج قرآن کریم میں ہے جو حمید اور مجید خدا کی طرف سے نازل کیا گیا۔ اسی کتاب کے نزول نے آنحضرت ﷺ کے طفیل دنیا کی اندھیری راتوں کو مبارک راتوں میں تبدیل کر دیا ہے لیکن یہ مبارک راتیں صرف اُن کے لئے مبارک ہوں گی جو قرآن کریم کی روشنی سے فیض اُٹھائیں۔ باقیوں کے لئے تو وَالْعَصْرِ ۝۲ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ ۝۳ کی تقدیر جاری و ساری رہے گی۔ پھر فرمایا۔ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ اب دیکھیں خدا تعالیٰ کا کلام کیسا فصیح و بلیغ ہے۔ لَيْلَةٍ مُّبٰرَكَةٍ کے بعد بظاہر یہ آنا چاہئے کہ خوش ہو جاؤ، مبارک راتوں کا زمانہ آ گیا ہے لیکن فرماتا ہے۔ اِنَّا كُنَّا مُنْذِرِيْنَ۔ ہم تمہیں ڈرا رہے ہیں۔ پیغام کو سمجھو، راتیں راتیں ہی ہیں اور ان کے خطرات اسی

طرح ہی ہیں۔ہم یہ خوشخبری دے رہے ہیں کہ حضرت محمد مصطفی ﷺ سے تعلق جوڑ کر تمہاری ظلم کی اندھیری راتیں مبارک راتوں میں تبدیل ہو سکتی ہیں لیکن تمہیں ضرور کچھ کرنا ہوگا اگر تم کچھ نہیں کرو گے اور کوشش نہیں کرو گے اور محنت کر کے محمد رسول اللہ ﷺ کے نور سے تعلق نہیں باندھو گے تو پھر تمہاری راتیں مبارک راتیں نہیں بن سکیں گی تو مُنۡذِرِیۡنَ کہہ کر یہ بات بیان فرمادی اور پھر اگلی آیت میں فِیۡهَا یُفۡرَقُ کُلُّ اَمۡرٍ حَکِیۡمٍ میں اسی مضمون کو مزید وضاحت سے بیان فرمایا۔ چنانچہ فرمایا کہ یہ کیسی راتیں ہیں۔ یہ کیسا دور ہے جس میں قرآن کریم نازل فرمایا گیا ہے۔ یہ ایسا دور ہے جس میں فرق کر کے دکھایا گیا ہے۔ فرمایا یُفۡرَقُ کُلُّ اَمۡرٍ حَکِیۡمٍ ، یُفۡرَقُ کا مطلب ہے کھول کر بیان کر دیا گیا، تشہیر کر دی گئی اور فرق کر کے، تمیز کر کے دکھا دیا گیا۔ کس بات میں؟ اَمۡرٍ حَکِیۡمٍ میں۔ حکمت والے امر میں یعنی خدا تعالیٰ کی طرف سے قرآن کریم کا جو امر نازل ہوا ہے اس میں ہے اور پھر اَمۡرٍ کا مطلب تقدیر بھی ہے ہر اہم بات جس کا انسان سے تعلق ہے امر الٰہی سے تعلق رکھتی ہے اور اَمۡرٍ کا مطلب حکومت بھی ہے۔ پس صاحب حکومت، صاحب قدر، صاحب جلال خدا کی طرف سے جس کے سامنے تمام دنیا بالکل بے اختیار اور بے حیثیت ہے۔ جس کا اَمۡرٍ چلتا ہے کسی اور کا اَمۡرٍ اُس کے مقابل پر کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ وہ جب اپنا اَمۡرٍ جاری فرماتا ہے تو کوئی صاحب امر رہتا نہیں ہے۔

اندھیروں میں، اپنی جہالتوں میں بسنے والے لوگ بعض دفعہ اپنے آپ کو صاحب امر سمجھتے ہیں۔ وہ سمجھتے ہیں کہ ہمیں تھوڑی دیر کے لئے اَمۡرٍ عطا ہوا ہے اب ہم ہی صاحب امر ہیں مگر قرآن کریم سے پتا چلتا ہے کہ امر صرف خدا کے لئے ہے اور جب خدا اپنا اَمۡرٍ اپنے ہاتھ میں لے لیتا ہے تو سارے اَمۡرٍ باطل ہو جاتے ہیں۔ فرمایا کہ ہم نے فرق کر کے دکھانے والا کلام نازل فرمایا ہے۔ ایسا کلام جس میں ہر ایسے معاملے میں فرق کر کے دکھایا گیا ہے جو صاحب حکمت ہے اور انسان کی تقدیر سے اس کا تعلق ہے۔ ہر اَمۡرٍ حَکِیۡمٍ کو ہر بد امر سے الگ کر کے دکھایا گیا ہے یہ معنی ہیں یعنی حکمتوں کے خزانے لٹائے گئے ہیں اور ان میں کوئی بھی کنجوسی نہیں کی گئی۔ کُلُّ اَمۡرٍ حَکِیۡمٍ کا مطلب یہ ہے کہ انسان کی مصالح اور اس کے فوائد کے لئے جتنی بھی حکمتیں ضروری تھیں ان حکمتوں سے تعلق میں تمام اُمور بیان فرما دیئے گئے اور کھول کر فرما دیئے گئے یعنی انسان کی تمام ضرورتیں

قرآن کریم نے پوری دیں اور جس انسان کی ساری ضرورتیں پوری ہو جائیں اس کو کسی رات کا کیا ڈر رہتا ہے۔ یہی وہ قرآن ہے جو لَیۡلَۃُ یعنی اندھیروں کے زمانوں کو ایک دائمی روشنی کے زمانے میں تبدیل کرتا ہے اور آنحضرت ﷺ پر یہ کلام نازل ہوا آنحضور ﷺ اسی لحاظ سے خدا کا نور کہلائے یعنی آپؐ میں اور کلام میں حقیقۃً کوئی فرق نہیں رہا۔ جیسا کلام الٰہی تھا ویسے آپؐ بن گئے۔ جن سانچوں میں کلام الٰہی انسان کو ڈھالنا چاہتا ہے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ انہی سانچوں میں ڈھلتے چلے گئے۔ کلام مجسم نور تھا۔ پس حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ بھی مجسم نور ہو گئے اور یہ وہ نور ہے جو لَیۡلَۃُ الۡقَدۡرِ کو دکھائی دینا چاہئے یعنی محمد مصطفیٰ ﷺ کا نور، کلام الٰہی کا نور جو درحقیقت ایک ہی چیز کے دو نام ہیں۔

پس آپ اگر ایک ظاہری چمک کو، ایک بجلی کی چمک کو لیلۃ القدر سمجھ کر اپنی ذات میں خوش ہوتے رہیں تو آپ کی مرضی ہے جو چاہیں سوچیں اور جو چاہیں کریں لیکن وہ نور جو دل پر نازل نہیں ہوتا تو جیسا کہ میں نے کھول کر بیان کیا ہے قرآن کا نور اور محمد مصطفیٰ ﷺ کا نور ہے وہ نور اگر آپ کو نصیب نہیں ہوتا تو ہزار بجلیاں آپ پر چمکتی رہیں آپ کے لئے یہ روشنی کا پیغام نہیں بلکہ ہلاکت کا پیغام لے کر آئیں گی آپ کو غلط فہمیوں میں مبتلا کرنے والی ہوں گی، آپ دھوکوں میں مبتلا ہو جائیں گے، نفس کے اندھیروں میں اور زیادہ ڈوب جائیں گے۔ آپ سمجھیں گے کہ آپ اہل اللہ بن گئے ہیں۔ اس رات ولی بن کر اُبھرے ہیں لیکن اگر دل نے یہ گواہی نہ دی کہ آپ پر کلام الٰہی کا نور نازل ہوا ہے، آپ کے اندر ایک پاک تبدیلی کی گئی ہے اور محمد مصطفیٰ ﷺ سے آپ کا ایک اٹوٹ رشتہ جوڑ دیا گیا ہے تب تک یہ ظاہری علامتیں کوئی بھی حیثیت نہیں رکھتیں۔ ہاں اگر یہ نصیب ہو جائے تو اور پھر بعض اوقات اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے پیار اور محبت کے سلوک کے اظہار کے طور پر یہ ظاہری علامتیں بھی ظاہر فرماتا ہے۔

قادیان میں بچپن کے زمانہ میں مجھے یاد ہے کہ لَیۡلَۃُ الۡقَدۡرِ کی راتوں کی صبح اکثر لوگ سوال کیا کرتے تھے کہ کچھ ظاہر ہوا لیکن بزرگ صحابہ، عارف باللہ لوگوں سے جب بھی یہ سوال کیا گیا ہے تو انہوں نے اپنی قلبی کیفیت کو نشان بتایا ہے اور ہمیشہ یہی کہا کرتے تھے کہ اللہ کے فضل کے ساتھ دل پر جو کیفیت طاری ہوئی ہے وہ ایک انشراح کی کیفیت تھی، انبساط کی کیفیت تھی، روحانی سرور کی کیفیت تھی اور اس کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے کچھ ظاہری نظارے ایسے بھی دکھائے جن سے اندرونی

کیفیتوں کو مزید تقویت ملی لیکن بچے بعض دفعہ کہہ دیا کرتے ہیں کہ جی ہم نے لیلۃ القدر دیکھ لی۔ اتفاق سے موسم ایسا تھا کہ رات بجلیاں چمکیں اور روشنی کھڑکی کے راستے کمرے میں داخل ہوئی اور بچوں نے سمجھ لیا کہ جی ہم نے لیلۃ القدر دیکھ لی۔ ان کا شغل ٹھیک تھا، نیکی کی خاطر یہ بچپن کی باتیں تھیں مگر بڑوں کو بچپن کی یہ باتیں زیب نہیں دیتیں کیونکہ لَیۡلَۃُ الۡقَدۡرِ کا ساری زندگی سے تعلق ہے۔ اگر آپ یہ سمجھتے رہیں کہ آپ کو یہ مبارک لمحہ نصیب ہو گیا ہے اور زندگی تاریک ہے تو کتنا بڑا دھوکہ ہے۔ اس کی قطعی نشانی یہ ہے کہ **انسان کے اندر ایک ایسی پاک تبدیلی پیدا ہو کہ اس کا ماضی اس کے مستقبل سے جدا ہو جائے۔ اس کے اندر ایک نیا وجود پیدا ہو اور اس وجود کی روشنی پھر ہمیشہ بڑھتی رہے گی کیونکہ ایک ہی آن میں نہ اُسے کامل طور پر قرآن کریم کا نور نصیب ہو سکتا ہے نہ حضرت محمد مصطفی ﷺ کے نور سے اس کا کامل تعلق پیدا ہو سکتا ہے۔ پھر یہ کون سا نور ہے جس کی میں بات کر رہا ہوں۔ یہ نور قدر کا نور ہے، فیصلے کا نور ہے۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے آسمان سے ایک فیصلہ اُترتا ہے اور دل کے نور سے تعلق قائم کرنے کے لئے دل کا فیصلہ بنتا** ہے۔ یہ دو نور ہیں جو ملائے جاتے ہیں اور یہی وہ نور ہیں جن کو قرآن کریم نُوۡرٌ عَلٰی نُوۡرٍ ؕ (النور: ۳۶) کہہ کر بیان فرماتا ہے۔ محمد مصطفی ﷺ پر جو نور آسمان سے نازل ہوا تھا اس کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ دل سے ایک شعلہ چمکا تھا اور پھر آسمان سے وہ نور اُترا جسے محمد مصطفی ﷺ کا یا قرآن کا نور یا خدا کا نور کہا جاتا ہے۔

پس ایسا نور ہر دل سے ایک شعلے کی صورت میں اُٹھنا چاہئے۔ یہ نور اُٹھے گا تو خدا کی طرف سے وہ نور نازل ہوگا اور یہ تقدیر ہے جو لَیۡلَۃُ الۡقَدۡرِ کی تقدیر سے تعلق رکھنے والی تقدیر ہے جو ہر انسان پر آسکتی ہے اور اگر وہ چاہے تو ہر انسان کے نصیب میں ہے۔ پس دعاؤں کے وقت اپنے اندر کوئی ایسی پاک تبدیلی پیدا کرنا جس کے بعد آپ دنیا کے نہ رہیں بلکہ خدا کے ہو جائیں اور پھر خدا تعالیٰ کی طرف سے قبولیت کی کچھ علامتیں مشاہدہ کرنا جو آپ کے دل کو ہلا کر رکھ دیں اور آپ کی موت کو زندگی کا ایک نیا پیغام دے دیں۔ وہ موت جو آپ نے خدا کی خاطر قبول کی تھی اُس موت کو زندگی میں تبدیل کریں اور خدا کی خاطر دنیا سے تعلق کاٹ کر، توڑ کر دنیا کی روشنیوں سے منہ موڑ کر جب آپ نے اپنے لئے ایک قسم کا اندھیرا قبول کیا تو خدا تعالیٰ کا نازل ہونے والا نور اس اندھیرے کو یک

دفعہ روشنی میں بدل دیتا ہے۔یعنی ایسی امید میں تبدیل کر دیتا ہے جس کے بعد آپ کا نور خدا تعالیٰ کے فضل اور اس کے منشاء کے مطابق تدریجاً بڑھتا رہتا ہے۔بعضوں میں زیادہ تیز رفتاری سے بڑھتا ہے، بعضوں میں نسبتاً کم تیز رفتاری سے بڑھتا ہے اور یہ نور انسان کی حفاظت کرتا ہے اور انسان کے لئے اس حفاظت کے لئے ضروری ہے کہ وہ استغفار سے کام لے۔مغفرت کا اس نور کو بچانے اور سنبھالنے کے ساتھ گہرا تعلق ہے۔

حقیقی لَيْلَةُ الْقَدْرِ تو اس کی ہے جس کے پاس یہ نور ہمیشہ کے لئے رہے لیکن بعض دفعہ ایک انسان کو نور عطا ہوتا ہے اور اپنی غفلت سے اس کو سنبھال نہیں سکتا۔اسے بچانے کے لئے اس کو جو کوشش کرنی پڑتی ہے اس کا نام استغفار ہے۔جیسے بعض دفعہ آپ دیا لے کر چلتی ہوئی ہواؤں میں نکلیں تو کس طرح آگے ہاتھ رکھ رکھ کر یا عورتیں بعض دفعہ اپنی چادر کے پلّو ڈال ڈال کر اس کو بچانے کی کوشش کرتی ہیں۔یہی استغفار ہے۔

استغفار کا مطلب یہ ہے کہ پناہ میں آنا، چھپنا، کسی بد اثر سے اپنے آپ کو بچانے کی کوشش کرنا، اُس سے تعلق توڑنا۔پس ہواؤں سے اس طرح اپنے آپ کو بچانا یہ استغفار ہے۔ہمیں یہ خوشخبری تو دی گئی ہے کہ جو نور آنحضرت ﷺ کو عطا ہوا اس کو دنیا کی کوئی آندھی بجھا نہیں سکے گی وہ ہمیشہ چمکتا رہے گا لیکن ہر شخص کو اس بات کی ضمانت نہیں دی گئی کہ اس کا نور محفوظ رہے گا بلکہ استغفار کے ذریعہ ہمیں نصیحت فرمائی گئی کہ مسلسل اس نور کی حفاظت کی کوشش کرو۔چنانچہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ محمد مصطفی ﷺ کا نور لوگوں کی پھونکوں سے بجھایا نہیں سکتا۔ایسا ہو ہی نہیں سکتا کیونکہ یہ ہمیشگی کا نور ہے اور **خدا اس کی حفاظت فرما رہا ہے لیکن اس ضمانت کے باوجود حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ بھی ہمیشہ اس نور کی والہانہ حفاظت فرمایا کرتے تھے۔دن کو بھی استغفار فرماتے تھے، راتوں کو بھی استغفار کیا کرتے تھے، زندگی کا ہر لمحہ اس نور کے گرد استغفار کی حیطانیں میں قائم کرتا رہتا تھا اور ان کو مضبوط بناتا چلا جاتا تھا اور اونچا کرتا چلا جاتا تھا۔**

پس خدا کی طرف سے اس نور کی حفاظت کا جو وعدہ ہے اس نے آنحضور ﷺ کو غافل نہیں کیا بلکہ اس کی اور زیادہ قدر کر دی۔اور زیادہ آپؐ کی طرف سے اس نور کو قائم دائم رکھنے کے لئے کوششیں ہوئیں۔پس ہم جو کمزور ہیں ہم پر بھی لازم ہے کہ اگر خدا تعالیٰ ہمیں لَيْلَةُ الْقَدْرِ عطا

فرمائے اور خدا کرے کہ ہم میں سے ہر ایک کو یہ لَيْلَةُ الْقَدْرِ نصیب ہو تو ہم بھی اس نور کی حفاظت کریں اور دل و جان سے اس پر نگران رہیں۔ اپنے نفس کی پھونکیں ہیں جن سے ہمیں ڈرنے کی زیادہ ضرورت رہتی ہے۔

دشمن کی پھونکیں بے حقیقت اور بے معنی ہیں لیکن نفس کی پھونکیں زیادہ خطرناک ہیں۔ وہ اس نور کو بجھانے کی زیادہ صلاحیت رکھتی ہیں۔ اس لئے یہ دعا بھی سکھائی گئی **من شرور انفسنا ومن سیات اعمالنا** (ترمذی کتاب النکاح حدیث نمبر:۱۰۲۳) کہ اے خدا ہم تجھ سے **من شرور انفسنا** اپنے نفس کے شرور سے پناہ مانگتے ہیں۔ **و من سیات اعمالنا** اور اپنے اعمال کی بدیوں سے۔ یہ سب سے زیادہ خطرناک حملہ ہے جو انسان پر ہوسکتا ہے اور وہ شیطان اس نور کے بجھانے کے درپے ہوتا ہے جو انسان کے رگ و ریشے میں موجود ہے اور یہ اس انسان کی تفصیل بیان فرمائی گئی ہے۔ **شرور انفسنا ومن سیات اعمالنا**۔ ہمارے اندر دبے ہوئے کچھ شرور ہیں اور شر کا بھی شعلے سے ایک تعلق ہے لیکن یہ شیطانی شعلہ ہے۔ یہ خدا کے نور کو بجھانے کے لئے کوشش کرنے والا شعلہ ہے۔ اور اس کے مقابل پر جو آسمانی نور ہے اس کو نور کہا گیا ہے نار نہیں فرمایا گیا۔

پس دعا کرتے رہنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس رمضان کے اس آخری عشرے میں اس حالت میں داخل فرمائے کہ ہم میں کثرت سے لَيْلَةُ الْقَدْرِ کی زیارت کرنے والے پیدا ہوں، ایسے خوش نصیب پیدا ہوں جن کو خدا تعالیٰ کی طرف سے قرآن اور محمد مصطفی ﷺ کے نور کے ساتھ ایک دائمی تعلق عطا ہو اور وہ تعلق ان کی سابقہ زندگی کے تمام اندھیروں کو روشنی میں بدل دے۔ ایسے لوگ اگر پیدا ہوں گے تو پھر زمانے کی تقدیریں ان سے وابستہ ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کا سورۂ عصر میں ذکر فرمایا گیا۔ وَالْعَصْرِ ۙ﴿۲﴾ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ ۔ ہم زمانے کی قسم کھاتے ہیں۔ سارا زمانہ اس بات پر گواہ ہے کہ انسان بحیثیت انسان گھاٹے میں چلا گیا۔ مشرق بھی گھاٹے میں چلی گئی، مغرب بھی گھاٹے میں چلی گئی۔ شمال اور جنوب بھی، کالے اور گورے اور زرد اور سرخ تمام قومیں اس وقت گھاٹے کی حالت میں ہیں۔ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ۔ ہاں خدا کے پاک رسول محمد مصطفی ﷺ کے شیروں کے، وہ مستثنیٰ قرار دیے گئے ہیں۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے حقیقی معنوں میں حضرت رسول اکرم ﷺ کو قبول کیا اور آپؐ پر ایمان لائے اور اس کے نتیجہ میں آپ

کے اعمال میں پاک تبدیلیاں پیدا ہوئیں ۔ یہ وہ لوگ ہیں جو حق کے ساتھ اور صبر کے ساتھ زمانے کی تقدیر بدلنے کی کوشش کرتے رہیں گے اور یہ وہ قدر ہے جو آپ کو عطا کی گئی ۔ **اے جماعت احمدیہ اس قدر کی رات کی قدر کرو۔ تم نے وہ صبح طلوع کرنی ہے جو نور مصطفی** ﷺ کی ہوگی، تم نے وہ صبح طلوع کرنی ہے جو نور فرقان کی صبح ہوگی لیکن دعاؤں عاجزی اور انکساری کے ساتھ، صبر کے ساتھ اور حق کے ساتھ مستقل مزاجی کے ساتھ یہ جدوجہد کرتے ہوئے اور یہ دیکھتے ہوئے کہ کیا تمہیں خود یہ صبح نصیب ہوگئی ہے کہ نہیں اگر تمہیں یہ صبح نصیب ہوگئی ہے تو یاد رکھو کہ دنیا کی تقدیر بھی روشن ہو جائے گی اور اگر تمہیں یہ صبح نصیب نہیں ہوئی تو کس روشنی سے دنیا کی تقدیر بدلو گے؟